

Article

A comparative review of the two copies of the Masnavi "Sahar al-Bayan"

مثنوی "سحر البیان" کے دو مدون شدہ نسخوں کا تقابلی جائزہ

¹Shireen Razaq, ²Inam Khaliq, ³Dr. Almas Khanum

^{1,2}PhD Scholar, Government College University, Lahore, ³Associate Professor, Government College University, Lahore

*Correspondence: dr.almaskhanum@gcu.edu.pk

شیریں رزاق^۱، انعام خالق^۲، ڈاکٹر الماس خانم^۳

^{۱،۲} پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور، ^۳ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

ABSTRACT

Mir Hasan, born in 1727 in Delhi as Mir Ghulam Hasan, was a prominent poet of the 18th century, carrying a rich literary legacy passed down from his father, Mir Ghulam Hussain Zahik, a renowned elegy writer. His most celebrated work, Masnavi Sehar-ul-Bayan, stands as a timeless masterpiece of Urdu literature. This masnavi narrates a romantic tale intertwined with elements of love, beauty, and mysticism, showcasing Hasan's exceptional command over language and poetic form. The work is celebrated for its lyrical beauty, vivid imagery, and the portrayal of cultural and emotional depth, securing its place as a significant contribution to Urdu narrative poetry. Over time, Sehar-ul-Bayan has attracted the attention of scholars and critics, leading to extensive research and multiple edited editions that aim to preserve and interpret its text. Among these, the versions edited by Dr. Rasheed Hassan Khan and Dr. Waheed Qureshi are particularly notable for their scholarly rigor and nuanced understanding of Mir Hasan's work. This paper presents a comparative analysis of these two edited versions, examining their editorial approaches, textual interpretations, and contributions to the understanding of Sehar-ul-Bayan.

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

DOI: <https://doi.org/10.56276/zybrt162>

Received: 16-09-2024
Accepted: 24-09-2024
Online: 31-12-2024



This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2024 by the authors.

KEYWORDS: Iqbal, Allah, Kalima, Revivalism of Islamic Thoughts, Symbolism, Ideological reconstructions

<https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk/tasdeeq>

مثنوی سحر البیان میر حسن کی شہرہ آفاق مثنوی ہے۔ جسے ایک عرصہ گزر جانے کے باوجود آج بھی اسی طرح سے پسند کیا جاتا ہے جیسے ماضی میں اسے قبولِ عام حاصل تھا۔ اگر اسے اردو ادب کا زندہ جاوید شاہکار قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اس مثنوی کو مختلف محققین و مدونین نے توجہ کا مرکز بنایا اور اس پر تحقیق، تدوین، تنقید کا کثیر سرمایہ معرضِ وجود میں آیا۔ زیرِ نظر مقالہ میں مثنوی سحر البیان کے دو مدون شدہ نسخوں مرتبہ ڈاکٹر رشید حسن خان اور مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی کا تقابلی مقصود ہے قبل اس کے کہ مثنوی کے ان دو نسخوں کا موازنہ کیا جائے مثنوی "سحر البیان" مصنف، اور قابلِ احترام مدونین کا مختصر تعارف پیش کرنا ضروری ہے۔

میر حسن:

میر حسن کی پیدائش ۱۷۲۷ء دہلی میں ہوئی۔ اصل نام میر غلام حسن تھا۔ ان کے والد میر غلام حسین ضاحک اپنے زمانے کے معروف مرثیہ نگار تھے۔ جدِ اعلیٰ ہرات سے آکر ہندوستان بس گئے۔ انھی کے ساتھ ۱۲ سال کی عمر میں فیض آباد چلے گئے جہاں نواب سالار جنگ کی ملازمت کی۔ پھر آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ آئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

میر حسن ایک بہترین مثنوی اور مرثیہ نگار تھے۔ شعر و سخن کا ذوق بچپن سے تھا۔ بچپن سے ہی شاعری کے شوقین ہو گئے تھے۔ ان کی شاعری کا سلسلہ لکھنؤ سے شروع ہوا۔ یہاں میر ضیاء الدین کے شاگرد تھے اور جب دہلی میں تھے تو خواجہ میر درد کو اپنا کلام دکھاتے تھے اور ان کی دی ہوئی تعلیم پر انھوں نے اپنی مثنوی "رموز العارفین" لکھی جو بہت مشہور بھی ہوئی۔ ۱۷۸۶ء میں انتقال ہوا۔ زندگی کی ان بہاروں میں اردو ادب کو بہت ہی نایاب اسلوب اور اپنی شاہکار مثنوی عنایت کر گئے۔ جس کا نام "سحر البیان" ہے۔ یہ وہ مثنوی ہے جس کی شہرت پہلے دن سے آج تک ویسی ہی رہی ہے۔ ان کا کلام تقریباً تمام اصنافِ سخن میں ہے لیکن ان کا شاہکار ان کی مثنوی "سحر البیان" ہے۔ میر حسن کی مثنوی سحر البیان کو جو مقبولیت پہلے پہل حاصل تھی وہی اہمیت اس مثنوی کو آج بھی حاصل ہے۔ اور اس کی وجہ میر حسن کا انداز بیان ہے۔

رشید حسن خاں

میر حسن کی مثنوی "سحر البیان" شہرت کی جن بلندیوں پر فائز ہے۔ اتنے ہی نامور اور قد آور محققین نے اس کو مرتب کیا ہے اور قاری کے لیے اس کو مزید عام فہم بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان چوٹی کے محققین میں رشید حسن خاں صاحب کا نام صفِ اول میں شمار ہوتا ہے۔ گیان چند جین جیسے عظیم محقق نے انھیں "خدائے تدوین" کا لقب عطا کیا ہے، جو کہ رشید حسن خان کی تحقیق و تدوین کے میدان میں اعلیٰ پائے کی خدمات کا اعتراف ہے۔ رشید حسن خاں کا تعلق شاہجہان پور سے تھا۔ آپ

۱۹۲۵ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی تمام تر زندگی تحقیق و تدوین کے لیے وقف رکھی۔ آپ مختلف الحیثیات تھے، آپ نے شعر و ادب اور تحقیق و تدوین کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ اس کے علاوہ لسانیات بھی آپ کا خاص میدان تھا، آپ نے اردو قواعد و املا کا ایک کثیر سرمایہ چھوڑا ہے۔

رشید حسن خاں نے تحقیقی کام کے لیے بیاضوں سے بیزاری کا اظہار کیا ہے، رسائل اور تذکروں کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھا ہے جب تک ان میں کسی ایسی سند کی نشاندہی نہ کی گئی ہو جو اصل واقعے تک پہنچتی ہو۔ وہ محض حافظے کی بنیاد پر کیے گئے تحقیقی کام کو تحقیق کے لیے مضر قرار دیتے ہیں اس کا سبب بتاتے ہوئے کہا کہ حافظہ اکثر دھوکا دے جاتا ہے۔

اردو تحقیق میں بیشتر مقامات پر استدلال کے لیے حوالوں کا اصل سرچشمہ فارسی تصانیف ہیں جو اولین ماخذ کے طور پر استعمال ہوتی ہیں، لہذا کسی بھی ایسے معاملے کی تحقیق کے لیے فارسی زبان پر دسترس یا کم از کم اس سے اچھی واقفیت ضروری ہے، یوں بھی خاں صاحب کے مطابق اصل تصنیف کا ترجمہ ثانوی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے جسے بنائے استدلال نہیں بنایا جاسکتا۔ تحقیق کے لیے طبعی مناسبت اور دلچسپی کی بہت زیادہ اہمیت ہے محض وقت گزاری کرنے والے لوگ تحقیق میں آسان پسندی اور آرام طلبی کو ترجیح دیتے ہیں جس سے تحقیق کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ ایسی تحقیق کو تحقیق نہیں کہا جاسکتا۔ زندہ لوگوں پر تحقیق کا جو رجحان پیدا ہوا ہے اس کے پیچھے یہی عوامل کار فرما ہیں۔ طلباء میں تحقیقی شعور بیدار کرنا اساتذہ کی بڑی ذمہ داری ہے بلکہ اس کام کے لیے کچھ اہل اور خاص اساتذہ کو ہی منتخب کرنا چاہیے، جن کا خود اپنا تحقیقی شعور بلندی پر ہو۔

رشید حسن خاں نے ایک محقق کے جو اوصاف بیان کیے اور تحقیق کے جن لوازمات کا ذکر کیا ان پر خود بھی عمل پیرا رہے۔ ایک ایک لفظ کی ماہیت کو واضح کرنے والے اپنی طرز کی محقق و مدون رشید حسن خاں کلاسیکی ادب کو سمجھنے اور پرکھنے والے آخری آدمی تھے۔ زیر نظر نسخوں میں ایک نسخہ رشید حسن خاں صاحب کا مدون شدہ ہے۔ "سحر البیان" کا دوسرا پیش نظر نسخہ ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کا مدون کردہ ہے۔

وحید قریشی:

ڈاکٹر وحید قریشی ایک ہی وقت میں محقق، نقاد، ادیب، استاد اور ایک بہترین قسم کے مدون ثابت ہو چکے ہیں۔ ان کے تدوینی کام پر بحث کرنے یا اس پر روشنی ڈالنے سے پہلے ضروری ہے کہ ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کو اس حیثیت سے ایک دفعہ سامنے لانے کی کوشش کی جائے، جس حیثیت نے ان کو راتوں رات ادب کی دنیا کا ایک روشن ستارہ بنا دیا، اور ان کو ایک بہترین محقق اور نقاد کی حیثیت میں دینے ادب سے متعارف کروایا۔ دراصل ان کا یہ کارنامہ "شہلی کی حیات معاشقہ" تھی۔ ۱۹۴۶ء اور

جس مہارت سے برتا ہے ہر اسکالر اگر ان مرتب شدہ متون کا مطالعہ کرے تو تدوین کے اصولوں سے کماحقہ واقف ہو جائے گا۔ خلیق انجم کے بقول:

"اگر کوئی اسکالر کلاسیکی متون مرتب کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے رشید حسن خاں صاحب کی ان کتابوں کا مطالعہ ہی کافی ہے۔ وہ خود بخود متن کے تنقیدی ایڈیشن تیار کرنے کے بنیادی اصولوں سے واقف ہو جائے گا۔" (۲)

پیش لفظ کے بعد "ر" میں درج ذیل اشعار درج ہیں:

قضا را وہ شب ، تھی شب چارہ
نظارے سے تھا اس کے، دل کو سرور
پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ
عجب عالم نور کا تھا ظہور
عجب جوش تھا نورِ مہتاب کا
کہے تو کہ دریا تھا سیما کا (۳)

درج بالا اشعار کے علاوہ بھی چند اشعار درج کیے گئے ہیں جن کا مقصود یہ بتانا ہے کہ مثنوی سحر البیان میں کسی منظر، واقعہ، جذبے یا کسی بھی چیز کا ذکر کرتے ہوئے بقول رشید حسن خاں میر حسن نے نور اور نور کی کار فرمائی کو ہر جگہ پیش نظر رکھا ہے۔ مرقع نگاری میں بھی نور کی جلوہ نمائی دکھائی دیتی ہے۔ مرقع نگاری کو "ر" میں میر حسن کی بہترین خوبی قرار دیا گیا ہے لیکن "ر" کے مطابق اس مرقع نگاری میں بھی چارچاند "نور" کی وجہ سے لگ گئے ہیں۔

بقول رشید حسن خاں:

"اس داستان ---- کو کہیں سے دیکھ لیجیے ہر جگہ ---- نور کی جلوہ نمائی نظر آئے گی۔ مختلف شکلوں میں کہیں شعلوں کی روشنی ہے ---- درختوں کا آنگن تک روشن ہے ---- قد آدم آئینے ہر طرف لگے ہیں۔ نور کا ازدحام ہے ---- ہر جگہ ایسا لفظ ضرور ملے گا جو نور کا بنیادی نقطہ ہے ----" (۴)

"ر" میں سحر البیان کی خصوصیات پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میر حسن چونکہ عاشقانہ مضامین کو زیادہ خوبی سے بیان کرتے تھے اس لئے وہ مقام جہاں جذبے کی شدت کم تھی وہاں وہ پر تاثیر بات نہیں کر سکے۔

"ر" میں سحر البیان کی مختلف خوبیوں کو صرف اور صرف نور کے ساتھ جوڑنے پر زور دیا گیا تاہم اس انداز سے دیگر خصائص ثانوی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔

"ر" میں میر حسن کے حالات زندگی پر تقریباً چھ صفحات پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے مطابق میر حسن کے حالات کے

"ایک عام انسان ہے جس پر حالات و واقعات کا اثر معمول کے مطابق ہوتا ہے۔۔۔" (۹)

کے فوراً بعد مرتبہ متن کو شامل کیا گیا ہے جس میں تقریباً ۳۰۳۲ اشعار شامل ہیں۔

وجہ تدوین:

"ر" میں اس متن کو مدون کرنے کی جو وجہ بیان کی گئی ہے اس کے مطابق موجودہ دور میں کلاسیکی ادب سے بے اعتنائی بڑھتی چلی جا رہی ہے جس کے نتیجے میں نوجوان طالب علموں کے لیے کلاسیکی ادب و متن کو سمجھنا ایک بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے جس کے حل کے لئے اشد ضروری ہے کہ ان متون کو اس قابل بنا کر پیش کیا جائے کہ وہ طالب علموں کے لئے قابل فہم ہو جائے۔

چونکہ ایک عرصہ سے کلاسیکی متن کو نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے اور اب تک یہ نصاب کا حصہ ہے تو سب سے پہلی چیز جو طالب علم کے لیے اس متن سے مفید ثابت ہوگی وہ یہی ہے کہ یہ متن واقعی اصل متن سے قریب تر رہ کر ترتیب دیا گیا ہے۔ املاء سے لے کر تلفظ اور افہام و تفہیم ہر پہلو میں یہ قاری کے لیے راہنما متن بن کر سحر البیان کو قابل فہم بناتا ہے۔

تمہید:

پیش لفظ کے بعد مثنوی سے متعلق مزید معلومات "ر" میں تمہید کے عنوان سے پیش کی گئی ہیں۔ جس میں حالاتِ زندگی، تصنیفات، سالِ تصنیف، وجہ، تصنیفِ صلہ، مثنوی میں موجود عنوانات، قطعاتِ تاریخ، ماخذ، دیباچہ مثنوی کے خطی نسخوں، نسخہ فورٹ ولیم کالج، زبان و بیان، طریق کار، ضمیمہ جات، حدود کا تعین، اور اختتامیہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں سحر البیان کی تمام خوبیاں تشبیہات، موقع نگاری، وغیرہ کو اشعار کی مثالوں سے ثابت کیا ہے۔

تاریخ پیدائش: دونوں نسخوں میں تاریخ پیدائش کے حوالے سے بھی واضح فرق موجود ہے۔ "و" میں تاریخ پیدائش

۱۷۴۱ کے لگ بھگ درج ہے جب کہ "ر" میں ۱۷۳۷ کو درست تسلیم کیا گیا ہے۔

مثنوی کا نام:

مثنوی کے نام سے متعلق "ر" میں تفصیلی بحث کی گئی ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ یہ نام میر حسن کا اپنا رکھا ہوا نہیں ہے۔ بحث سے "ر" میں ثابت کیا گیا ہے کہ مثنوی میں جہاں یہ نام سحر البیان تحریر کیا گیا ہے وہاں یہ لفظ بطور مثنوی کے نام کے نہیں آیا۔

نئی طرز ہے اور نئی ہے زبان

متن کی تدوین میں ملحوظ رکھے گئے ان سب میں بھی عنوانات درج ہیں لیکن عنوانات تھوڑے بہت فرق کے ساتھ تحریر کیے گئے ہیں۔

نسخہ "و" میں عنوانات کے حوالے سے خصوصاً کوئی بات نہیں کی گئی لیکن متن میں جا بجا عنوانات "ر" سے مختلف ہیں، اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ "ر" کے مدون کی بات بہت حد تک حقیقت کے قریب ہے۔

"و" میں درج ذیل عنوانات موجود ہیں:

"نعت حضرت رسالت پناہ ﷺ کی" ۱۲

"منقبت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی" (۱۲)

"مناجات" (۱۳)

"تعریف سخن" (۱۴)

تکملہ:

تکملہ کے عنوان سے "و" میں بتایا گیا ہے کہ یہ مثنوی کب تکمیل کو پہنچی اور مذکورہ متن کو مرتب کرنے میں کون کون سے نسخے پیش نظر رہے۔ "ر" میں زمانہ تصنیف کے عنوان سے تفصیلی بحث موجود ہے۔

ماخذ:

نسخہ "ر" میں یہ واضح موقف دیا گیا ہے کہ یہ مثنوی کسی دوسری داستان سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ سحر البیان طبع زاد ہے۔
نسخہ "و" میں اس کے برعکس رائے پیش کی گئی ہے۔ مرتب نے مدون شدہ متن لکھنے سے قبل ہی ان الفاظ کے ساتھ آغاز کیا ہے کہ سحر البیان کا پلاٹ اور تکنیک الف لیلیٰ اور فضائل علی خاں کے "خوانِ کرم" سے لیا ہے۔
"و" میں اس بات پر اصرار کیا گیا ہے کہ مثنوی بعض دیگر مثنویوں کی تکنیک، پلاٹ اور واقعات سے متاثر ہو کر معرض وجود میں آئی۔

"ر" میں تمام مباحث متن سے قبل پیش کئے گئے ہیں جب کہ "و" میں متن کے بعد کچھ موضوعات شامل ہیں جن میں سحر البیان پر ایک نظر جسے احتشام حسین نے لکھا ہے۔ دوسرا مضمون سحر البیان کا مطالعہ، تیسرا سحر البیان ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، گلزارِ نسیم اور سحر البیان کا تقابلی جائزہ، اس کے بعد مظہر الحق دہلوی کا مضمون شامل ہے۔

پیش نظر نسخے:

"ر" کی ترتیب و تصحیح میں گیارہ خطی اور دو مطبوعہ نسخے پیش نظر رہے اور اس متن کی بنیاد جس نسخے کو بنایا گیا وہ نسخہ فورٹ ولیم کالج کاشائع کردہ ہے۔ بقول رشید حسن خان

"مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا کوئی نسخہ موجود نہیں"

ان نسخوں میں:

۱۔ نسخہ مولانا آزاد،

۲۔ نسخہ رضالا بھیریری

۳۔ نسخہ بنارس

۴۔ نسخہ ٹیکور لا بھیریری

۵۔ نسخہ ادارہ ادبیات

۶۔ نسخہ لا بھیریری پٹنہ

۷۔ نسخہ ادارہ ادبیات نمبر ۲

۸۔ نسخہ انڈیا آفس لنڈن

۹۔ نسخہ جموں یونیورسٹی

۱۰۔ نسخہ حنیف نقوی

۱۱۔ مطبوعہ، ۱۔ نسخہ مطبع مصطفائی

۱۲۔ نسخہ فورٹ ولیم کالج کلکتہ (۱۵) شامل ہیں

"و" میں جو نسخے پیش نظر رہے ان میں

۱۔ مثنویات میر حسن مرتبہ مولانا عبدالباری آسی ۲۔ سحر البیان مرتبہ شیخ جعفر علی ۳۔ مثنوی سحر البیان مرتبہ شمس

بریلوی

۴۔ مثنویات حسن مرتبہ سید اشرف حسین ۵۔ محسن مثنوی سحر البیان ۶۔ مثنوی میر حسن مرتبہ حامد اللہ افسر

"و" کے مطابق ویسے تو بہت سے متون موجود ہیں لیکن سب سے بہتر اور قابل اعتبار مولانا عبدالباری آسی کا مرتبہ ۱۶"

ایڈیشن ہے لیکن بعض مقامات پر دوسرے مرتبین کے نسخوں سے بھی مدد لی گئی ہے لیکن زیادہ اکتفا اسی پر کیا گیا ہے۔

تعدادِ اشعار:

"ر" میں اشعار کی تعداد ۲۲۰۰ ہے۔

"و" میں اشعار کی تعداد ۴۰۳۲ ہے۔

مخففات:

"ر" میں مخففات کا استعمال کیا گیا ہے جیسے فورٹ و لیم کالج کے لیے "ف" فرہنگِ آصفیہ کے لیے "آصفیہ" "نور" اور غیاث وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں
"و" میں کسی خاص مخفف کا اہتمام نہیں کیا گیا۔

ضمیمہ جات:

"ر" میں ضمیمہ جات پوری تفصیل کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ بنیاد فورٹ و لیم کالج کو بنایا گیا ہے لیکن اس میں بہت سے مقامات پر اغلاط ہیں جن کو دور کرنے کے لئے نسخہ "ر" مصنف نے گیارہ خطی اور دو مطبوعہ نسخوں سے مدد لی ہے۔
"و" میں ضمیمہ جات کا اہتمام نہیں کیا بلکہ یہ لکھ دیا گیا ہے کہ "اشاعتِ حاضر میں اختلافِ نسخ کو حاشیوں سے نظر انداز کر دیا ہے۔"

املاء:

"ر" میں املاء کی درستگی پر بہت کام کیا گیا ہے چونکہ رشید حن خان خود لسانیات کے ماہر اور املاء کے اصول و قواعد کو بخوبی جانتے تھے اس لیے انھوں نے ہر لفظ کی املاء اور تلفظ کو حرکات و اعراب کی مدد سے بہت واضح کیا ہے۔
"و" میں ایسا کوئی بھی کام دکھائی نہیں دیتا۔
مدونین کا اصل مقصد ہی متن کو اس قابل بنانا ہوتا ہے کہ وہ منشائے مصنف کے قریب تر ہو جائے اور قاری اس متن کو باسانی پڑھ اور سمجھ سکیں تاہم یہ کام ہمیں نسخہ "ر" میں مکمل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

خط:

"ر" میں تفصیل طلب تمام نکات و الفاظ کو خط کشید کیا گیا ہے اور بعد میں ضمیمہ جات میں ان کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

صفحات:

"ر" کے کل صفحات ۶۵۲ ہیں۔

"و" کے کل صفحات ۲۴۲ ہیں۔

مذکورہ دونوں مدون شدہ متون میں اشعار کی مثالوں کے ساتھ موازنہ پیش ہے۔

شعر نمبر ۱۵۲ "ر"

لکھوں گر شجاعت کا اس کی بیاں

قلم ہو مرا رستم داستاں (۱۷)

"و" میں درج بالا شعر سے پہلے عنوان "بیان شجاعت کا" لکھا گیا ہے جب کہ "ر" میں عنوان نہیں لکھا گیا۔

شعر نمبر ۱۵۳ "ر"

غضب سے وہ ہاتھ اپنا جس پر اٹھائے

اجل کا طماچا قسم اس کی کھائے (۱۸)

طماچہ کی املاء "طماچا لکھی گئی ہے۔

"و" میں طماچہ املاء ہے۔

اجل کا طماچا قسم اس کی کھائے (۱۹)

"ر" شعر نمبر ۱۵۵

چلے تیغ گر اُس کی روزِ ، مَصاف

نظر آوے دشمن کا میدان صاف (۲۰)

"ر" میں "نعت حضرت رسالت پناہ کی" عنوان کی عبارت یہ ہے جب کہ "و" میں اس عنوان کی عبارت

"نعت حضرت رسالت پناہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی" تحریر کیا گیا ہے۔

"ر" میں عنوان "منقبت حضرت امیر المومنین کی" جب کہ "و" میں "منقبت حضرت امیر المومنین علیہ السلام" تحریر

کیا گیا ہے۔

"ر" شعر نمبر ۶۹ سے اس عنوان کے تحت درج ذیل اشعار تحریر کیے گئے ہیں

علی دین و دنیا کا سردار ہے
 کہ مختار کے گھر کا مختار ہے
 دیارِ امامت کے گلشن کا گل
 باغِ ولایت کا باغِ سُبُل (۲۱)

جب کہ "و" میں شعر نمبر ۶۶ سے درج بالا عنوان کے تحت اشعار ہیں

نہیں ہمسر اس کا کوئی جز علی
 کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی (۲۲)

"ر" شعر نمبر ۸۹ سے "مناجات" کے موضوع کا آغاز ہوتا ہے

الہی بہ حق رسولِ امیں
 بہ حق علی و بہ اصحابِ دین (۲۳)

"ر" میں شعر نمبر ۸۹ سے پہلے "مناجات" کا عنوان درج ہے ائمہ کی وضاحت زیر زبر سے کی گئی ہے۔

"و" میں شعر نمبر ۸۵ سے "تعریف اصحابِ پاک کی" کے عنوان سے درج ذیل اشعار ہیں

سلام ان پہ جو اس کے اصحاب ہیں
 وہ اصحاب کیسے کہ احباب ہیں (۲۴)

"ر" شعر نمبر ۸۵ سے قبل کوئی عنوان نہیں

"ر" شعر نمبر ۱۹۲

فلک بارگاہ، ملک در گہا!

جدا میں جو قدموں سے تیرے رہا (۲۵)

سے پہلے کوئی عنوان درج نہیں کیا گیا جب کہ

"و" شعر نمبر ۱۹۲ سے قبل عنوان "عجز و انکسارِ مصنف اور عرض کرنا داستان کا" تحریر ہے۔

فلک بارگاہ ملک در گہا

جدا میں جو قدموں سے تیرے رہا (۲۶)

"ر" میں شعر

کھڑے اڑنے ہوتے ہیں سر جوڑ جوڑ

کہ جی کون دیتا ہے بد بد کے ہوڑ (۲۷)

یہ شعر ۱۸۳ نمبر پر درج ہے جب کہ

"و" میں یہ شعر ۱۸۵ نمبر پر درج ہے۔

شعر نمبر ۱۹۸ "ر" میں موجود ہے

رہے جاہ و حشمت یہ تیری مدام

بہ حق محمد ﷺ علیہ السلام (۲۸)

"و" میں یہ شعر موجود نہیں ہے۔

"ر" میں معروف، مجہول، مخلوط آوازوں کے لئے نیز غنہ کے لئے بھی علامتوں کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر

واو معروف کے لئے واو معروف پر الٹا پیش جیسے شعر نمبر ۴۲۵:

دکھاوے کوئی گُو کھرو مُوڑ مُوڑ

کہیں سوت بو، نئی، کہیں تار تُوڑ (۳۰)

:۴۳۲

ہوا اُن گُلوں سے دُوبالا سماں

اُسی باغ میں یہ، بھی باغِ رواں (۳۱)

:۴۳۳

غرض لوگ تھے یہ، جو ہر کام کے

سُوسب واسطے اُس کے آرام کے ۳۲

دکھاوے کوئی گُو کھو مُوڑ مُوڑ

کہیں سوت بو نئی کہیں تار تُوڑ (۳۲)

"و" میں ایسا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا

جو بیٹھیں تو شکلیں کئی بیٹھیں مل
 کئی شکل سے دل گیا ان کا کھل (۳۳)
 نہ آئے یہ خورشید بالائے بام
 بلندی سے خطرہ ہے اس کو تمام (۳۴)
 مقرر تیرے چاہے ہو پسر
 کہ دیتی ہے یوں اپنی پوٹھی خبر (۳۵)
 نکالا مرادوں کا آخر سراغ
 لگائی ادھر لو تو پایا چراغ (۳۶)

"ر" میں اکثر متن میں خط — کا استعمال کیا گیا ہے اور ان تمام الفاظ جن پر خط کشید کیا گیا ہے کی تفصیلات ضمیمہ جات میں بیان کی گئی ہیں۔

(نوٹ ہم نے اپنی سہولت اور دقت کے پیش نظر بالائے لفظ کے بجائے زیر لفظ خط کشید کیا ہے۔) "ر" سے اشعار جن کو خط کشید کیا گیا ہے ملاحظہ ہوں۔

عروء، س الخطوط اور ثلث و رقاع (۳۷)

"و" میں ایسا کوئی شعر نظر نہیں آتا۔

"ر" میں متن میں تمام اشعار پر نمبر شمار درج ہے اور اس نمبر شمار کے مطابق ضمیمہ نمبر ایک میں ان سے متعلق ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ان کی تشریحات اور تفصیلات بیان کی ہیں مثلاً
 شعر نمبر ۱۵۳۲

گئی جو صدا گوش میں راگ کے
 تو سننے کو سوتے اٹھے جاگ کے (۳۸)

ضمیمہ نمبر ایک میں اس کی تفصیلات اس طرح بیان کی گئی ہیں

"راگ کے" کی جگہ "راگ کی" کا محل ہے۔ یعنی راگ کی صدا جو گوش میں گئی۔

چوں کہ یہ قافیے میں آیا ہے، اس لئے یہی ماننا ہو گا کہ یہاں بھی قافیہ مکتوبی ہے۔۔۔۔ "۳۹"

ضمیمہ ۲ میں وہ اشعار جو مختلف نسخوں میں نہیں نمبر شمار کے ساتھ شامل کیے ہیں مثلاً
شعر نمبر ۳۳۶

کمانچوں کو، سارنگیوں کو بنا
خوشی سے ہر اک ان کی تزیین ملا
۳۳۶ آزاد میں نہیں۔۔۔۔۔ صبا میں نہیں "۴۰"

"ر" غنہ کی آواز کی وضاحت کے لیے بھنور، ماند تو اس کے لئے خاص علامت کا استعمال کیا گیا ہے کہ تلفظ واضح ہو
سکے۔

پرستار باندھے ہوئے لنگیاں
مہ و مہر سے طاس لے کر وہاں (۴۱)

"ر" ضمیمہ نمبر ۲ (ب) میں وہ اشعار الگ سے شامل کیے گئے ہیں جو متن میں شامل نہیں کیے گئے لیکن بعض نسخوں میں
نہی ہیں، اور بعض میں ہیں۔

"آزاد میں شعر ۱۳۳ کے بعد "در بیان سخاوت" کا عنوان ہے اور اس کے بعد یہ شعر ہے:

بیان سخاوت کی اس کی بیاں
کرے بشر اس کی طاقت کہا (کذا) (۴۲)

"و" میں بھی درج بالا شعر موجود نہیں ہے،

"ر" میں ہمہ باہوا و ہوس سا ختم
دے با مصالہ نپر دا ختم (۴۳)

یہ شعر شامل نہیں کیا گیا

"و" میں بھی یہ شعر شامل نہیں کیا گیا۔

شعر نمبر ۸۴۳ "ر" میں شامل نہیں۔

"و" میں بھی درج ذیل شعر شامل نہیں

وہ تکیہ وہ چپا کلی کی پھین
کہ سورج کے ہو گرد جیسے کرن (۴۴)

رشید حسن خان لکھتے ہیں:

"صاف طور پر یہ شعر گڑھا ہوا لگتا ہے۔۔۔۔۔" ۴۵

"و" میں ضمیمہ جات شامل نہیں کیے گئے اور ناہی کوئی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

"ر" میں الفاظ اور ان کے طریقہ استعمال پر بھی کافی بحث کی گئی ہے۔

"و" میں صرف متن کو ایک جگہ پر ترتیب وار لکھ دیا ہے قاری کی سہولت کے لیے کوئی خاص کام دکھائی نہیں دیتا۔

"ر" میں بھی بہت زیادہ تفصیل کی وجہ سے متن کی طرف توجہ کم اور باقی تفصیل کی بنا پر کتاب ضخامت کی توقع مثال بن جاتی ہے۔

"و" میں جو اشعار شامل متن کیے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مختلف زاویوں سے بغور دیکھے نہیں گئے اور ناہی ان کے بارے میں کوئی رائے دی گئی ہے کہ یہ میر حسن کا اسلوب ہے یا نہیں یا کسی بے ذوق نے ان کو مختلف نسخوں میں جمع کر دیا ہے۔

"ر" میں اشعار کے ساتھ نمبر شمار کی وجہ سے متن کو پڑھنا آسان ہے،

"و" میں نمبر شمار کا استعمال نہیں کیا گیا۔ قاری کے لیے ایسی صورت میں پڑھنا اور وہ بھی آج کے ٹیکنالوجی کے دور میں جب موبائل اور کمپیوٹر پر کتابوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے نمبر شمار کے بغیر مشکل ہے۔

شعر نمبر ۱۶۵۰ تا ۱۶۵۳ "ر"

وہ جو گن بھی سو سو طرح کر ادا

ہر اک آن میں اس کو لیتی لُجھا (۴۶)

ولے کچھ بھی پاتی جو حُسنِ طلب

تو عاشق پہ غُصّہ وہ کرتی غضب (۴۷)

کیے اُس نے پردے میں جب کچھ سوالدوانہ کیا اُس کو باتوں میں ڈال (۴۸)

"و" میں عنوانات پر کوئی نمبر شمار نہیں ہے۔

"ر" میں عنوانات اگرچہ "و" کی نسبت کم ہیں لیکن ان پر نمبر شمار ہیں۔

"و" میں مختلف محققین اور ادیبوں کی رائے کو الگ الگ مضمون کی صورت شامل کیا گیا ہے جیسے "سحر البیان پر ایک

نظر" سید احتشام حسین کا مضمون ہے جس میں انھوں نے مثنوی کی خوبیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے۔ جب کہ "ر" میں توجہ قاری کی سہولت اور متن کو منشا کے مطابق تحریر کرنے پر زور دیا ہے۔

متن جب پڑھنے کے قابل ہو گا تو ہی اس کو سمجھا جاسکتا ہے تاہم "ر" میں یہ سب موجود ہے۔
 "و" میں کہیں کہیں جانبداری محسوس ہوتی ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ
 "اگر کوئی شخص اختلاف کرنے پر آئے تو ہر بات سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے
 کہ میر حسن کی مثنوی سحر البیان اردو زبان کی سب سے اچھی مثنوی ہے تو کہیں نا کہیں سے یہ
 آواز ضرور آئے گی کہ یہ بات درست نہیں۔۔۔" (۴۹)
 "و" میں سے ایک اقتباس:

"سحر البیان" پر ایک اعتراض جو کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ (گلزارِ نسیم) میں اختصار ہے اور
 سحر البیان میں بے جا چیزوں کو طول دیا گیا ہے۔ اور یہی اس کا سب سے بڑا عیب ہے" (۵۰)
 دونوں متون کا بغور مطالعہ و موازنہ کرنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ وحید قریشی اور رشید حسن خاں کے مدون کردہ
 نسخوں میں ایک واضح فرق موجود ہے۔ دلائل اور مباحث کو دیکھا جائے اور قاری کی سہولت کو پیش نظر رکھتے ہوئے رشید حسن کا یہ
 ایک ناقابل فراموش کارنامہ ہے لیکن اگر وحید قریشی کے متن کو دیکھا جائے تو یہ متن بھی منشائے مصنف کے قریب محسوس
 ہوتا ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ رشید حسن خاں، مرتبہ، "سحر البیان" از میر غلام حسن دہلوی، ۲۰۱۰ء، نئی دہلی،
انجمن ترقی اردو (ہند)، ص: ۶
- ۲۔ ایضاً، ص ۶
- ۳۔ ایضاً، ص ۱۱
- ۴۔ ایضاً، ص ۱۴
- ۵۔ ایضاً، ص ۱۶
- ۶۔ ایضاً، ص ۱۶
- ۷۔ ایضاً، ص ۱۰
- ۸۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، "سحر البیان"، ص: ۷

- ۹- ایضاً، ص ۳۱
- ۱۰- رشید حسن خاں، مدون، "سحر البیان" از میر غلام حسن دہلوی، ص: ۲۶
- ۱۱- ایضاً، ص ۲۰
- ۱۲- وحید قریشی، ڈاکٹر، مدون، "سحر البیان"، ص: ۲۷
- ۱۳- ایضاً، ص ۳۷
- ۱۴- ایضاً، ص ۳۹
- ۱۵- رشید حسن خاں، مدون، "سحر البیان" ص: ۹۸ تا ۹۰
- ۱۶- وحید قریشی، ڈاکٹر، مدون "سحر البیان" ص: ۱۶۸، ۱۶۷
- ۱۷- رشید حسن خاں، مدون، "سحر البیان" ص: ۱۵۹
- ۱۸- ایضاً، ص ۱۵۹
- ۱۹- وحید قریشی، ڈاکٹر، "سحر البیان" ص: ۴۴
- ۲۰- رشید حسن خاں، مرتبہ، "سحر البیان" از مر غلام حسن دہلوی ص: ۱۵۹
- ۲۱- وحید قریشی، ڈاکٹر، مدون "سحر البیان" ص: ۳۹
- ۲۲- ایضاً، ص: ۱۵۹
- ۲۳- رشید حسن خاں، مرتبہ، "سحر البیان" از مر غلام حسن دہلوی، ص: ۱۵۶
- ۲۴- وحید قریشی، ڈاکٹر، مدون، "سحر البیان" ص: ۸۵
- ۲۵- ایضاً، ص: ۴۰
- ۲۶- رشید حسن خاں، مرتبہ، "سحر البیان" از مر غلام حسن دہلوی، ص: ۱۶۱
- ۲۷- ایضاً، ص: ۱۶۱
- ۲۸- وحید قریشی، ڈاکٹر، مدون، "سحر البیان" ص: ۴۶
- ۲۹- رشید حسن خاں، مرتبہ، "سحر البیان" از مر غلام حسن دہلوی، ص: ۱۶۵

- ۳۰۔ ایضاً، ص: ۳۱-۳۲
- ۳۳۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، مدون، "سحر البیان" ص: ۵۰، ۵۱
- ۳۴۔ ایضاً
- ۳۵۔ ایضاً
- ۳۶۔ رشید حسن خاں، مرتبہ، "سحر البیان" از مرغلام حسن دہلوی، ص: ۱۷۵
- ۳۷۔ ایضاً، ص: ۱۷۸
- ۳۸۔ ایضاً، ص: ۳۵۷
- ۳۹۔ ایضاً
- ۴۰۔ ایضاً، ص: ۳۷۸
- ۴۱۔ ایضاً
- ۴۲۔ ایضاً، ص: ۳۸۷
- ۴۳۔ ایضاً
- ۴۴۔ ایضاً
- ۴۵۔ ایضاً، ص: ۳۸۷، ۳۸۹
- ۴۶۔ ایضاً، ص: ۲۴۰
- ۴۷۔ ایضاً
- ۴۸۔ ایضاً
- ۴۹۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، مدون، "سحر البیان" ص: ۸
- ۵۰۔ ایضاً، ص: ۱۱